

بے چین بہت پھر ناگہراے ہوئے رہنا :

شعر 1

بے چین بہت پھر ناگہراے ہوئے رہنا اک آگ سی جذبوں کی دھکائے ہوئے رہنا  
مفہوم: شاعر کہتا ہے کہ وہ بہت بے چین اور گھبراہٹ کا شکار ہے۔ اس کی زندگی ایک ایسی آگ کی مانند ہے جو اندر سے جل رہی ہے اور اس کے جذبات دھوکے کی مانند اڑ رہے ہیں۔

تشریح: یہ شعر غزل کا مطلع ہے۔ غزل یا قصیدے کا پہلا شعر جس میں ہم قافیہ ہم ردیف استعمال ہو مطلع کہلاتا ہے۔

شاعر منیر نیازی ایک صاحب طرز شاعر ہیں۔ انسانی کیفیات کی منظر کشی میں انھیں کمال کی مہارت حاصل ہے۔ منیر نیازی کا یہ شعر انسانی جذبات کی شدت اور ان کی زندگی پر اثرات کی عکاسی ہے یہ شعر دراصل دو مختلف حالتوں کی تصویر پیش کرتا ہے پہلا مصرع شاعر کی اندرونی حالات کی عکاسی کرتا ہے یہ وہ کیفیت ہے جب انسان کسی وجہ سے مستقل طور پر بے چین اور گھبراہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسے کہیں بھی چین میسر نہیں آتا۔ بقول شاعر:

شور برپا ہے خانہ دل میں کوئی دیواری گری ہے ابھی

دوسرا مصرع شاعر کی اندرونی جذبات کی شدت بیان کرتا ہے یہ جذبہ جو آگ کی طرح ہیں مسلسل اس کے اندر دھکے رہتے ہیں اور اسے بے چین رکھتے ہیں یہ آگ دراصل وہ شدت اور جنون عشق ہے جو عاشق کو اندر سے جلاتا ہے اور اسے سکون نہیں لینے دیتا۔ عشق اور اضطراب کا چوٹی دامن کا ساتھ ہے اس لیے جذبہ عشق کے حامل لوگ مسلسل بے قراری سے دوچار رہتے ہیں شاعر نے بھی اپنے دلی جذبات کے لیے آگ کی تشبیہ استعمال کی ہے۔ یہ ایسی آگ ہے جو شاعر کو ہر پل بے چین رکھتی ہے اور اسے کہیں بھی سکون نہیں لینے دیتی۔ بقول شاعر:

بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی جیسی اب ہے تیری حالت کبھی ایسی تو نہ تھی

دیکھ تو دل کر جاں سے اٹھتا ہے یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

شعر 2

چھلکائے ہوئے چلنا خوشبو لب لعلیں کی اک باغ ساتھ اپنے مہکائے ہوئے رہنا  
مفہوم: شاعر کہتا ہے کہ محبوب جب چلتی ہے تو اس کے سرخ ہونٹوں سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے کوئی باغ مہک رہا ہو اور اس کی موجودگی میں شاعر خود کو ایک خوشبودار باغ میں محسوس کرتا ہے۔

تشریح: شاعر نے اس شعر میں صنعت حسن تعلیل اور صنعت مبالغہ استعمال کی ہے۔ شاعر اس شعر میں محبوب کے لبوں کو لعل (قیمتی موتی) سے تشبیہ دیتا ہے لعل کی چمک اور خوشبودار ہونے کی بہت قیمتی اور نایاب ہوتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کے لب اتنے خوبصورت اور خوشبودار ہیں کہ ان کی موجودگی سے فضا معطر ہو جاتی ہے۔ محبوب کے سرخ یا قوتی لبوں کی خوشبو اس قدر ہے کہ گویا اس نے پورے چمن کی خوشبو سمیٹ لی ہے اور اس نے سارے ماحول کو مہکا دیا ہے۔ بقول شاعر:

ناز کی اس کی لب کی کیا کہیے پکھڑی اک گلاب کی سی ہے

زیر تشریح شعر میں شاعر نے صنعت مبالغہ سے کام لیتے ہوئے محبوب کی خوشبو کو باغ کی خوشبو سے زیادہ قوی اور ہر جگہ پھیلنے والی پ بتایا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ایک تو ویسے ہی اس کے ہونٹوں کی سرخی ایسی ہے کہ یا قوت کے سرخ رنگ کو شکست دیتی ہے اور پھر ان کی مہک بھی دل وروح کو تروتازہ کر دیتی ہے اور ساری فضا کو خوشبودار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے دلکش لبوں سے ادا ہونے والے الفاظ کی خوشبو سب کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے اس کے والہانہ حسن و جمال کے کیا کہنے۔ بقول شاعر:

رنگ باتیں کرے اور باتوں سے خوشبو آئے درد پھولوں کی طرح مہکے اگر تو آئے

اس حسن کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے پردے میں چلے جانا شرمائے ہوئے رہنا

شعر: 3

مفہوم: محبوب کی شرمیلی اور نازک طبیعت کو بیان کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ جب محبوب کو عشق کا احساس ہوتا ہے تو وہ شرم سے پردے میں چلی جاتی ہے۔

تشریح: محبوب کی شرمیلی طبیعت کو پردے میں چلے جانے سے تشبیہ دے کر شاعر اس کی خوبصورتی کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ شاعر نے اس شعر میں خاص طور محبوب کی اداؤں کو موضوع بنایا ہے کہ عاشق کو دیکھتے ہی محبوب کا پردہ نشیں ہو جانا اس کا دلبرانہ انداز ہے۔ عشق نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔ جب کہ حسن میں شرم و حیا اور ہچکچاہٹ کا

عنصر پایا جاتا ہے اس لیے محبوب بات کرنا تو درکنار آنکھیں بھی نہیں ملاتا۔ ویسے بھی دیکھا جائے تو شرم و حیا مشرقی روایت اور زیور ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا

ترجمہ: "جب تو نے حیا نہ کی تو جو چاہے کر"

بقول شاعر: بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بییاں اکبر زمیں میں غیرت سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

منیر نیازی نے پس پردہ چلے جانے کو اپنی عزیز ہستی کی ایک دلکش ادا قرار دیا ہے کہ حسن کا شیوہ ہے کہ جب اُسے عاشق نظر آتا ہے تو وہ شرم سے پردے میں چلا جاتا ہے حسن (محبوب) کا یہ شرمانا ایک قدرتی عمل ہے جو محبوب کے حسن کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور اس کے اندر کی لطافت کو ظاہر کرتا ہے۔ بقول شاعر:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

اک شام سی کر رکھنا کا جل کے کرشمے سے اک چاند سا آنکھوں میں چکائے ہوئے رہنا

شعر 4

منہوم: شاعر کہتا ہے کہ محبوب اپنی آنکھوں میں کا جل لگا کر ایک شام کی طرح حسین نظر آتی ہے اور اُس کی آنکھیں چاند کی طرح چمکتی ہیں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر نے محبوب کی آنکھوں کو شام اور چاند سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ علم بیان کی ایک قسم ہے جس میں ایک چیز کو کسی مشترکہ خوبی یا خرابی کی وجہ سے دوسری چیز کی مانند قرار دیا جاتا ہے۔ یہ شعر عشق کی شدت اور محبوب کی خوبصورتی پر شاعر کے گہرے جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس شعر میں صنعت مبالغہ کا بھی استعمال کیا گیا ہے اور کا جل کے کرشمے کو اتنا طاقتور دکھایا گیا ہے کہ وہ شام جیسی گہرائی اور چاند جیسی چمک پیدا کرے۔

اس شعر میں شاعر محبوب کی خوبصورت آنکھوں کے حوالے سے کہتا ہے کہ ایک تو ویسے ہی اُس کی آنکھیں نشیلی ہیں اور اس پر کا جل لگا کر تو گویا اس نے سارے ماحول پر شام طاری کر دی ہے ساتھ ہی اس کی نگاہوں کی چمک کو دیکھ کر چاند کی چاندنی بھی شرماتی ہے۔ شاعر نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے محبوب کی کا جل بھری آنکھوں میں تو گویا چاند بسیرا کیے ہوئے ہے۔ بقول شاعر:

لڑکیوں کے دکھ عجب ہوتے ہیں سکھ اس سے عجب ہنس رہی ہیں اور ساتھ پھیلتا جاتا ہے کا جل

شام کا وقت عام طور پر پرسکون ہوتا ہے جس میں ایک خاص قسم کی خوبصورتی ہوتی ہے کا جل جو کہ آنکھوں کو مزید خوبصورت بناتا ہے یہاں ایک جادوئی چیز کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کا جل کی اس جادوئی تاثیر سے محبوب کی آنکھیں شام جیسی پرسکون اور خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح چاند کی چمک صاف، روشن اور دلکش ہوتی ہے بالکل اسی طرح محبوب کی آنکھیں بھی چاند کی طرح دلش اور روشن ہیں۔

عادت ہی بنالی ہے تم نے منیر اپنی جس شہر میں بھی رہنا آکتائے ہوئے رہنا

شعر 5

منہوم: اس شعر میں منیر نیازی اپنی بے زاری اور ناپسندیدگی کو بیان کر رہے ہیں کہ اُن کی عادت بن چکی ہے جہاں بھی رہیں وہاں سے آکتائے ہوئے رہتے ہیں۔

تشریح: یہ شعر غزل کا مقطع ہے۔ غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے مقطع کہلاتا ہے۔ منیر نیازی کا یہ شعر ان کی زندگی کی کیفیت اور اُن کی نفسیاتی حالت کا عکاس ہے۔ اس شعر میں شاعر اپنی دائمی بیزاری اور ناپسندیدگی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب ہیں کہ تم نے تو آکتا ہٹ کو اپنی شخصیت کا حصہ بنالیا ہے۔ ہر جگہ ہر نگر میں تمہارے مزاج کا یہی عالم ہے آخر کس شے نے تمہیں ہر چیز سے بیزا کر رکھا ہے۔ بقول شاعر:

دُنیا کی محفلوں سے آکتا گیا ہوں یارب کیا لطف انجمن کا جب دل ہی سمجھ گیا ہو

کبھی کبھی غم دوراں اور غم جاناں کے ہاتھوں انسان اس طرح ناامیدی سے دوچار ہوتا ہے پھر کوئی نعمت اُسے خوشی اور سکون نہیں دے سکتی اور شاعر بھی اسی کیفیت سے دوچار ہے۔ بقول شاعر:

بھری دُنیا میں جی نہیں لگتا جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

شاعر جس بھی شہر میں رہے محبوب کی یاد میں اُس جگہ سے آکتا جاتا ہے شاعر کا یوں آکتا جانا محبوب کی جدائی کا درد اور اُس کی یاد کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔